© rasailojaraid.com

تدوینِ فقہ

(۹)

حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

شاطبی کہنا یہ چاہتے ہیں کہ کسی انفرادی یا اجتماعی زندگی کے متعلق یہ طے کرتے ہوئے کہ یعت اور اس کے قوانین پر وہ کس حد تک منطبق ہے، ہمیں اسلام کے شرعی قوانین کی اس خصوصیت صہ کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ وہ قوانین کا کوئی ایسا مجموعہ نہیں ہے جسے ایک بارگی ماننے والوں پر ذ کر دیا گیا ہو، بلکہ سب جانتے ہیں کہ تقریباً بیس سال کی طویل مدت میں بتدریج اس کی تکمیل ہوئی ے تکمیل کی اسی تدریجی رفتار کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے شرعی قوانین کے اس ذخیرہ کو حصوں پر تقسیم کرکے ایک کا "المشروعات المکیہ" اور دوسرے کا "المشروعات المدنیہ" نام رکھا ہے س کے بعد انھوں نے ادہر توجہ دلائی ہے کہ تتبع و تلاش استقراء و جستجو سے اگر کام لیا جائے تو مشروعات ے ان دونوں حصوں میں ایک خاص امتیاز نظر آئے گا، اسی امتیاز کو بتاتے ہوئے زیادہ تر قرآنی احکام پیش نظر رکھ کر وہ لکھتے ہیں۔

ان المشروعات المکیتہ وھی الاولیۃ کانت فی غالب الاحوال مطلقۃ غیر مقیدۃ۔	مکی قوانین جو ظاہر ہیں کہ نزولاً مقدم ہیں۔ عام حالات میں وہ بجائے مقید ہونے کے زیادہ تر اطلاقی رنگ رکھتے ہیں۔

پھر "زکوٰۃ" کے قانون کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہوئے انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ابتدا یں عام طور پر خیر و خیرات، صدقات و مبرات، پر زور دیا جاتا تھا، لیکن یہ کہ صدقہ کن پر واجب ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتنا واجب ہے، اس صدقہ کے کون کون لوگ مستحق ہیں "مکی مشروعات" میں ان امور کی تفصیل نہ کی گئی ہے بلکہ ان کے الفاظ میں۔

کان اکثر ذلک موکولا الی نظار المکلفین	یہ بات ان لوگوں کی نظر و فکر کے سپرد تھی جن پر قانون
فی تلک العادات مصروفا الی اجتهادهم	زکوٰۃ عائد کیا گیا تھا، اور ان کے اجتہاد کے ساتھ
لیاخذ کل ما لائق به وقد رعلیہ من	بات وابستہ تھی یعنی ان کی نیکیوں اور اخلاقی
تلک المحاسن الکلیات فی ما استطاع	خوبیوں میں سے جس حد تک جو جہاں تک تعمیل
من تلک المکارم۔ (ج ۳ ص ۱۱۸)	کر سکتا ہے تعمیل کرے مطالبہ کی شکل اس وقت یہی تھی

وہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں جن بزرگوں کو سابقین اولین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ چونکہ قرآن ان اطلاقی مطالبات سے ان ہی کو سابقہ پڑا، اس لئے

وکان المسلمون فی تلک الاحیان	اسی لئے مسلمان اس زمانہ میں کوشش کی انتہائی
آخذین باقصی مجهودهم وعاملین	شکل کو اختیار کرتے تھے اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا
علی مقتضاها بغایة موجودهم۔	اس کو ادا کر کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔

اور یہ ہے ان کے نزدیک وہ خصوصی امتیاز جو عموماً "مشروعاتِ مکیہ" میں نمایاں ہے اس کے مقابلہ میں "مشروعات مدنیہ" کا حال ان سے مختلف ہے، مطلب یہ ہے کہ یوں تو اجمال اطلاق کا رنگ قرآن کے ہر مطالبہ پر غالب ہے خواہ مکہ میں اس کا نزول ہوا ہو، یا مدینہ میں، لیکن اسی کے ساتھ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "مدنی مشروعات" میں باوجود کلیاتی شکل رکھنے کے اطلاق کی وہ کیفیت باقی نہیں رہی ہے جو مکی مشروعات کی خصوصیت ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ میں قرآن کا جو حصہ نازل ہوا، اس میں بھی اور "السنۃ" کے ذریعہ سے پیغمبر نے قرآنی مطالبات کی جو تشریح و تشکیل کی دونوں میں بقول ان کے۔

ففصلت تلک المجملات المکیه	مکی مشروعات کے اجمال کی تفصیل کی گئی اور جن امور کا مطالبہ
وقیدت تلک المطلقات	مکہ میں اطلاقی رنگ میں کیا گیا تھا، ان میں قیود کا اضافہ ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیر یہاں تک تو ایک ایسی بات ہے، جس میں ظاہر ہے، چنداں کوئی ندرت نہیں، عموماً جنھیں تھوڑا بہت بھی اسلامی علوم سے لگاؤ ہے وہ ان سے ناواقف نہیں ہیں، پیش کرنے کی جو چیز ہے وہ اس کے بعد کا وہ نتیجہ ہے جس سے میرے خیال میں ایک بڑے اختلافی مغالطہ کا جیسا کہ میں نے عرض کیا ازالہ ہوتا ہے۔

الشاطبی نے اس کے بعد اس پر تنبیہ کی ہے کہ "مدنی مشروعات" میں قیود کے جو اضافے کیے گئے اور "مکی مشروعات" کے اطلاق کی جو حدبندیاں مدنی مشروعات میں کی گئیں، خواہ تقیید و تحدید کا یہ کام قرآن ہی کے ذریعہ انجام دیا گیا ہو، یا "سنت" کی راہ سے یہ بات زیر عمل آئی ہو، کچھ بھی ہوا ہو، لیکن کسی حال میں اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ "مدنی مشروعات" کے بعد ان پر بالکلیہ خط نسخ پھیر دیا گیا، دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ان کو غیر قانونی قرار دے کر شریعت اسلامی کے حدود ہی سے انھیں کلیۃً خارج کر دیا گیا۔

علامہ شاطبیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ خیال قطعاً غلط اور خلافِ واقعہ ہے، بلکہ ان کے نزدیک گو "مدنی مشروعات" میں "مکی مشروعات" کے کلیات کی تحدید و تقیید ضرور کی گئی، مگر

مع بقاء الکلیات علی حالہا۔ — بایں طور کہ مکی مشروعات کے کلیات کو بھی اپنے حال پر باقی رکھا گیا۔

اب اسی نتیجہ سے وہ اس پر تنبیہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں جس طبقہ کو "الصوفیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ان کی دینی زندگی بعض لوگوں کو عام مسلمانوں کی دینی زندگی سے کچھ الگ الگ سی جو نظر آتی ہے اور یہی امتیاز ان بزرگوں کے لئے بعض حلقوں میں ناانصافیوں کی وجہ بنا ہوا ہے شاطبی کہتے ہیں کہ ان کی یہ ناانصافیاں درحقیقت ناانصافیاں ہی ہیں، شریعت کے ایک خاص نقطۂ نظر سے غفلت کا نتیجہ ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کی شرعی زندگی کو "مدنی مشروعات" کی روشنی میں نہیں بلکہ دیکھنا چاہتے ہو تو "مکی مشروعات" کو سامنے رکھکر ان کو دیکھو، اسی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وعلی الاول جری الصوفیہ وعلی الثانی جری من عداهم ممن لم یلتزم ما التزموه

پہلے طریقہ کار یعنی مکی شروعات کے مقتضی پر تو صوفیہ کا عمل درآمد رہا اور دوسرے (یعنی مدنی مشروعات) کو ان لوگوں نے اختیار کیا جنھوں نے اپنے لئے ان امور کی پابندی ضروری نہیں ٹھہرائی جن کے صوفیہ پابند ہیں۔

اسی دعوی کو اور واضح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں

ومن ههنا یفهم شان المنقطعین الی الله فیما امتازوا به من نحلتهم المعروفة فان الذی یظهر بادی الرای منهم انهم التزموا امورا لا توجد عند العامة ولا هی مما یلزمهم شرعا فیظن الظان انهم شددوا علی انفسهم و تکلفوا ما لم یکلفوا ودخلوا علی غیر مدخل اهل الشریعة

اور اسی سے ان لوگوں کا حال سمجھا جا سکتا ہے جو ہر چیز سے منقطع ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہیں۔ یعنی اپنے خاص مشہور مسلک کی بنیاد پر ان کو جو (عام مسلمانوں کے درمیان) امتیاز حاصل ہے بظاہر یہ خیال گزرتا ہے کہ ان بزرگوں نے ایسی باتوں کا اپنے آپ کو پابند بنا لیا ہے جو عام مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں اور نہ شریعت نے مسلمانوں پر ان کو واجب کیا ہے اس حال کو دیکھ کر گمان کرنے والوں کو گمان ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے ساتھ تشدد سے کام لیا ہے اور ایسے امور کے خواہ مخواہ پابند بن گئے ہیں جن کی پابندی کا ان سے شرعاً مطالبہ نہیں کیا گیا ہے اسی وجہ سے سمجھا جاتا ہے کہ ارباب شریعت کی جو راہ ہے اس راہ پر وہ نہیں ہیں۔

پھر اسی بدگمانی کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حاش لله ما کانوا لیفعلوا ذلک وقد بنوا نحلتهم علی اتباع السنة وهم باتفاق اهل السنة صفوة

خدا کی پناہ، وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جو ایسی باتوں کا ارتکاب کریں۔ انھوں نے اپنے مسلک کی بنیاد سنت کی پیروی پر رکھی ہے ان کا شمار خدا کی چیدہ و برگزیدہ مخلوق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ من الخلیفۃ (ج ۲ ص ۳۹) میں ہے اسی پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔

اور اپنا آخری فیصلہ ان الفاظ میں درج کرتے ہیں۔

ولکن اذا فهمت حال المسلمین	مگر تم جب آغاز اسلام کے اس زمانہ پر غور کروگے جو
فی التکلیف اول الاسلام	اسلامی قوانین کے عائد کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اختیار
ونصوص التنزیل المکی	کیا گیا تھا اور مکی تنزیل کے ان نصوص و تصریحات کو سوچوگے
الذی لم ینسخ وتنزل	جو منسوخ نہیں ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے اعمال کو
اعمالهم علیه بین لك	ان ہی نصوص پر پیش کرکے جانچوگے تو تم پر یہ بات واضح
ان تلك الطرق مسلك	ہو جائے گی کہ درحقیقت ان حضرات کا مسلک وہی
هولاء وباتباعها عنوا	"مکی تنزیل" والے نصوص کے مطابق ہے اور ان نصوص
علی وجه لا یضاد المدنی	کی پابندی ان بزرگوں نے اس طور پر کی ہے جو مدینہ
المفسر۔	کے مفصل مشروعات کی مخالف نہیں ہے۔

پھر ان لوگوں کے مسلک کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں یعنی ان کی زندگی جو دراصل مکی مشروعات کی ایک تعملی شکل ہے "مدنی مشروعات" سے کیوں متصادم نہیں ہوتی اسی کو وہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

اذا سمعت مثلاً ان بعضهم	تم مثلاً جب سنتے ہو کہ ان بزرگوں میں بعضوں سے
سئل عما یجب من الزکوٰۃ	پوچھا گیا کہ دو سو درم پر کتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے
فی مائتی درهم فقال	تو جواب میں انھوں نے فرمایا ہمارے مسلک کے رو سے
اما علی مذهبنا فالکل لله واما	پوچھتے ہو تو سب کچھ اللہ کی راہ میں خیرات کر دینا چاہئے
علی مذهبکم فخمسۃ دراهم	باقی تمہارے مسلک پر سو دو سو درم میں پانچ درم زکوٰۃ
وما اشبه ذلك علمت ان	ادا کرنی چاہئے، یہ اور اسی قسم کے مسائل پر جب غور کروگے
هذا یستمد مما تقدم فان التنزیل	تو معلوم ہوگا کہ اس میں اسی بات سے فائدہ اٹھایا
المکی امر فیه بمطلق انفاق	گیا ہے جو گزر چکی یعنی مکی آیتوں میں تو مطلق مال کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للمال فی طاعة الله ولم يبين الواجب من غيره بل وكل الى اجتهاد المنفق۔

خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن کتنا دینا واجب ہے اس کو نہیں بیان کیا گیا بلکہ خرچ کرنے والے کے اجتہاد کے سپرد اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

پھر اسی کی کچھ اور تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

ومثله لا يقال فی ملتزمه انه خارج عن الطريقه ولا متكلف فی التعبد۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی بات (یعنی سب کچھ اللہ کے لئے قرآ دینا) جو اس کا پابند ہو اس کے متعلق یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وہ اسلام کے طریقہ سے باہر ہو گیا یا دینداری میں اس نے حد سے تجاوز کیا ہے۔

بہرحال ان کے نزدیک صوفیا کا طرزِ عمل اور طریقِ زندگی عام مسلمانوں کی دینی زندگی سے اگر کچھ مختلف ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کی زندگی شریعت سے بھی مختلف ہے بلکہ انھوں نے لکھا ہے اور سچ لکھا ہے۔

لما كان هذا الميدان لا يسرح فيه كل الناس قيد التنزيل المدنی حين فرضت الزكوة فصارت هی الواجبة انحتاما مقدرة لا يتعدى الى ما دونها وبقی ما سواها على حكم الخيرة فاتسع على المكلف مجال الابقاء جوازا والانفاق ندبا فمن مقل ومن مكثر والجميع محمودون لانهم لا يتعدون حدود الله (ص ۲۲)

یہ میدان (یعنی اطلاقی رنگ کے مطالبات کی پوری تکمیل) ایسا نہ تھا جس میں ہر شخص چر سکتا تھا اس لئے مدنی آیتوں میں مفروضہ زکوٰۃ کو مقید کر کے بیان کر دیا گیا اور اسی کو قطعی شکل میں مسلمانوں پر واجب کر دیا گیا اس طور پر کہ اس سے کم کی گنجائش نہیں (لیکن زیادہ) سوا اپنے اپنے اختیار کے حوالہ رہا پس عمل کرنے والوں کے لئے جواز کا میدان اب بھی کھلا رہا، پھر ان میں کچھ ایسے ہیں جنھوں نے کمی کی راہ اختیار کی اور کچھ ایسے ہیں جنھوں نے زیادتی کی راہ اختیار کی، اور سب کے سب قابلِ تعریف مستحق مدح وستائش ہیں کیونکہ اللہ کے مقررہ حدود کے کوئی متجاوز نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحث کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وھکذا یجب ان ینظر فی کل	یوں ہی تمام "مکی مطالبات" کو سوچنا چاہیے تاکہ جو واقعہ
خصلۃ من الخصال المکیۃ	ہے وہ لوگوں کو معلوم ہو جائے یعنی وہی بات
حتی یعلم ان الامر کما ذکر	جس کا ذکر کیا گیا!

لیکن افسوس ہے کہ یہی "نظر" ہے جس سے بعض محروم ہوئے اور اسلام کے اس طبقہ پر
کی زبانیں کھلیں، جنھوں نے رخصتوں کو چھوڑ کر عزیمت پر اور ادنیٰ پر کفایت نہ کرکے اعلیٰ درجہ
ل کیا اور سچ پوچھو تو انھوں نے اپنی راہ وہ بنائی تھی جس پر صحابہ کے سابقین اولین چلے تھے، بلکہ
بی کی اس تنبیہ پر لوگ غور کرتے تو شاید ان پر بھی وہی بات کھلتی، جو خدا نے اپنے اس بندے پر
لی وہ لکھتے ہیں۔

اذا نظرت الی اوصاف رسول اللہ	اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر تم غور
صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ تبین	کرتے اور آپ کے اعمال و افعال کو سوچتے تو مسلمانوں
لک الفرق ما بین القسمین و	کے دونوں گروہ یعنی عوام اور صوفیا میں جو فرق ہے
بون بین المنزلتین (ص ۲۳۸)	وہ تم پر ظاہر ہو جاتا، اور دونوں میں جو فرق ہے وہ کھل جاتا۔

شبہ نہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جس قسم کی زندگی گزاری، جس مکان میں
اسوتی سانس پوری کی، جو کچھ کھاتے تھے، جو کچھ پیتے تھے، ان کے نمونوں کو مسلمانوں کے
بقہ میں اگر تلاش کیا جاسکتا ہے تو شائد صوفیا ہی کے اس گروہ میں وہ مل سکتا ہے، جنھیں نہ جانے
نے محض ان کے فقر و فاقہ، صبر و شکر، قناعت و توکل کی زندگی کو دیکھ کر ان کو محلِ اعتراض
یا، مگر کچھ بھی ہو مسلمانوں کے فہمِ عمومی کو اس باب میں بحمد اللہ کبھی مغالطہ نہیں لگا۔ اور جیسا کہ
ں نے لکھا ہے۔

وبھذا عول من شھر من اھل	صوفیا میں جن بزرگوں نے شہرت حاصل کی ان کو جو
التصوف وبذلک سادوا من	سیادت اور [illegible] ان لوگوں کو [illegible] حاصل ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لم یبلغ مبالغہم فی الاتصاف	جو ان کے درجہ تک نہیں پہنچے ہیں اسکی وجہ یہی بات ہے کہ
باوصاف الرسول واصحابہ۔	رسول اللہؐ اور آپ کے اصحابؓ کے اوصاف سے یہ حضرات متصف تھے

بہرحال واقعہ یہی ہے کہ "مدنی شروعات" میں قیود و حدود کا اضافہ کرکے شرعی مطالبا[ت]
کے اطلاق کو کم کرکے عام مسلمانوں کے لئے بہت کچھ آسانیاں پیدا کردی گئی تھیں لیکن اس کے [یہ]
تو نہ تھے کہ "مکی مشروعات" منسوخ ہوکر اسلامی قانون کے حدود سے باہر ہوگئے تھے، ہوسکتا ہے
بعضوں نے اس پر نسخ کے لفظ کا اطلاق کیا ہو، اور قدما میں اس لفظ کے بولنے کا ایک عام رو[اج]
تھا، حتیٰ کہ اسی رواج کی بنیاد پر بعضوں نے تو ناسخ و منسوخ آیتوں کی جو فہرست بنائی شاید یہ مبالغ[ہ]
کہ قرآن کے نصف حصہ کو انھوں نے منسوخ ٹھہرادیا۔

لیکن متقدمین جس معنی میں اس لفظ کو استعمال کرتے تھے اس میں اور نسخ کی اصطلاح [سے]
متاخرین جو کچھ مراد لیتے ہیں، دونوں میں فرق عظیم تھا۔ اب تو کسی حکم کے منسوخ ہونے کا یہ مطلب لیا جا[تا]
کہ وہ شرعی قانون ہی باقی نہ رہا۔ حالانکہ متقدمین کی مراد اس سے جو کچھ ہوتی تھی، حافظ ابن قیم اس [کے]
متعلق لکھتے ہیں۔

رفع دلالۃ العام والمطلق	کسی عام یا مطلق، اور ظاہر لفظ کی دلالت واثر کو کسی
والظاہر وغیرہ اما	خصوصیت کے اضافہ سے، یا قید کے بڑھانے سے یا
بتخصیص او تقئید او حمل	کو قید پر محمول کرنے سے یا اس کی تفسیر و تبین سے جو
مطلق علی مقید و تفسیرہ	اٹھا دیا جاتا تھا اس پر بھی نسخ کے لفظ کا اطلاق ہوتا تھا
وتبئیہ حتی انہم یسمون	حتیٰ کہ (اگلوں) میں تو لوگ استثنا اور شروط اور صفت
الاستثناء والشروط والصفۃ	کے اضافہ کو بھی نسخ ہی کہدیتے تھے کیونکہ ظاہر کلام
نسخاً لتضمن ذلک رفع دلالۃ	جس بات پر دلالت کرتا تھا وہ بات اس اضافہ کے
الظاہر وبیان المراد۔[1]	بعد باقی نہیں رہتی تھی۔

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیال تو کیجئے کہ نسخ کے اس قدیم معنی اور جدید اصطلاح میں کوئی نسبت بھی ہے؟ پس، دینی مشروعات " کی طرف نسخ کے لفظ کا انتساب اگر کسی نے کبھی کیا ہو تو ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اسی معنی کی طرف ہو سکتا ہے جو پہلوں کی اصطلاح تھی، ورنہ نسخ کا مطلب جو کچھ اب سمجھا جاتا ہے کم از کم قرآنی آیات کی حد تک مشکل ہی سے کسی آیت کو اس بنیاد پر منسوخ قرار دیا جا سکتا ہے، خیر یہ ایک الگ بحث ہے[۱] لیکن اس اصطلاحی مغالطہ کے ازالہ سے اسلام کے ایک بڑے " مذہبی اختلاف " کے چہرے سے چونکہ غبار صاف ہوتا تھا، اس لئے ضمناً اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا۔

" البینات " کے سوا شریعت کے غیر بیناتی اجزار کے اختلاف کے متعلق بزرگوں کے جس نقطۂ نظر کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا، یعنی تقریباً سب ہی حق و صواب ہے، ان مختلف پہلوؤں میں سے جسے جس پر عمل کی توفیق میسر آجائے وہی اس کے لئے کافی ہے دوسروں کو نہ اس پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ غلط ٹھرانے کا، یہی صحابہ کا طرز عمل تھا کہ ان مسائل میں باوجود اختلاف رکھنے کے آج تک کسی سے یہ مروی نہیں ہے کہ انھوں نے کسی دوسرے صحابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے مثلاً اس لئے انکار کیا ہو کہ فلاں مسئلہ میں وہ ان سے مختلف خیال اور عمل رکھتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے عہد کے جس واقعہ کا ذکر کر چکا ہوں وہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں ایک موقعہ پر لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔

قد کانت الصحابۃ والتابعون	صحابہ و تابعین اور جو لوگ ان کے بعد تھے
ومن بعدھم منھم من یقرء	ان میں کچھ حضرات بسم اللہ زور سے پڑھتے اور
البسملۃ ومنھم من لا یقرء	بعض نہیں پڑھتے
وکان منھم من یقنت فی الفجر	بعض لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور بعض
منھم من لا یقنت ومنھم من یتوضأ	نہ پڑھتے تھے بعض لوگ پچھنا لگانے کے بعد وضو
بالحجامۃ والرعاف والقیٔ ومنھم	کرتے یا نکسیر پھوٹنے قے ہونے سے بھی وضو کرتے

---

[۱] اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے مناسب ہوگا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب فوز الکبیر فی اصول التفسیر کا مطالعہ کیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من لا یتوضاء من ذلک منهم من یتوضاء من مس الذکر ومس النساء بالشهوة منهم من لا یتوضاء بالقهقهة فی الصلاة ومنهم من لا یتوضاء من ذلک مع هذا فکان بعضهم یصلی خلف بعض [1]

اور بعض نہیں کرتے بعض عضو مستور کے چھونے سے وضو کرتے بعض نہ کرتے یا عورت کو نفسانی میلان سے چھونے سے وضو کرتے بعض نہ کرتے اسی طرح نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسنے کی وجہ سے وضو کرتے بعض نہ کرتے مگر باوجود ان تمام باتوں کے بعض بعض کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

بلکہ شیخ الاسلام نے اسی موقعہ پر اس کی بھی تصریح کی ہے۔

کان ابوحنیفة واصحابه والشافعی وغیرهم یصلون خلف ائمة المدینة من المالکیة وان لا یقرون البسملة لاسرا ولا جهرا۔ [2]

ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب، امام شافعیؒ وغیرہم حضرات مدینہ کے مالکی اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ مالکی نہ آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے نہ زور سے۔

آخر میں لکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں۔

مازال المسلمون علی عهد النبی صلی اللہ علیه وسلم وعهد خلفائه یصلی بعضهم خلف بعض۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور آپ کے خلفاء کے زمانے سے مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہی عمل درآمد رہا ہے یعنی بعض بعض کے پیچھے نماز پڑھتے رہے

چند سطر پہلے اپنی خاص زبان میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے۔

من انکر ذلک فهو مبتدع۔

جو اس کا انکار کرتا ہو وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔

لیکن اس کا کیا یہ مطلب ہے کہ ہر مسلمان ان مسائل کے متعلق جو چاہے کرے اور جس وقت اس کے جی میں جس طریقۂ عمل کے اختیار کرنے کو جی چاہے اس پر عمل پیرا ہو، جس کا مآل شاید یہی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک مسجد میں، بیسیوں طرح کی نماز پڑھنے والے، وضو کرنے والے پیدا ہو جائیں اور

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۳۸۱ - [2] ص ۳۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یک نماز وضو کے مسائل کیا اس سلسلہ میں انسانی زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں کچھ نہ کچھ اختلاف نہیں پایا جاتا۔ پھر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کیا ہوگی، ایسے غیر متناسب متخالف عناصر کا مجموعہ ہوگی، جن میں کوئی ربط کوئی انضباط نہیں اور اجتماعی کیا انفرادی زندگی میں جب یہ شکل پیدا ہو کہ ایک شخص آج کچھ کر رہا ہے۔ کل کچھ آج کچھ بول رہا ہے، کل کچھ سنا رہا ہے، اور یہ سارے حرکات ین کے تحت انجام دے رہا ہو، خود ہی سوچنا چاہئے کہ ایسی صورت میں دین میں اور بچوں کے یلوں میں کیا فرق رہے گا۔ شاطبی نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے، اس طرزِ عمل پر جو خرابیاں رتب ہوں گی ان میں ایک یہ بھی ہے۔

کالاستہانۃ بالدین اذ یصیر بھذا الاعتبار سیالا لاینضبط [1] — دین کی یہ بات اہانت و تحقیر بن جائیگی کیونکہ اگر یہ صورت حال ہوگی تو دین ایک ایسی سیال بہتی چیز قرار پا جائیگی جس کا کوئی ٹھور ٹھکانہ نہیں ہے۔

اگر اسلام کے پیش نظر یہی بے ضابطگیاں تھیں تو پھر نمازوں میں، روزوں میں، حج میں، بلکہ اگر کیا جائے تو اپنے ہر ہر شعبہ ہر ہر شاخ میں اس کو نظم و ضبط وحدت و یکسانیت پیدا کرنے کی کیا ورت تھی، لوگ سوچتے نہیں ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث یعنی صفوف کو درست نے کا حکم دیتے ہوئے جو آپ فرمایا کرتے تھے۔

استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم [2] — برابر برابر کھڑے ہو جاؤ (اختلاف نہ کرو یعنی آگے پیچھے نہ ہو جاؤ) ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔

اگر صرف اسی پر غور کر لیتے تو دلوں میں جو شبہ ہوا ہے اس کا خود بخود ازالہ ہو جاتا، ظاہر ہے فوں کا برابر رکھنا نماز کا کوئی ایسا جز تو نہیں ہے جس کے بغیر نماز باطل یا فاسد ہو جاتی ہو، لیکن ضرت نے فرمایا کہ صفوں کے ظاہری اختلاف کا اثر تمہارے باطن پر پڑے گا، کیوں پڑے گا؟ ہے کہ اس کا بالخاصیت بھی یہ اثر ہو جس پر نبوت کی نظر پہنچی ہو، لیکن اسی کے ساتھ اتنی بات تو

---

[1] ...م ص ۱۴۷۔ [2] مسلم ابوداؤد وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاید یوں بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ظاہر کی یکسانیت کا اثر باطن پر اس لئے بھی پڑتا ہے کہ آدمی جب دوسرے کو بھی اسی کام میں پاتا ہے جس میں وہ خود مشغول ہے تو نفسیاتی طور پر دونوں کے قلوب بھی باہم یگانگت محسوس کرتے ہیں اور جب ظاہر کے اتحاد کا اثر باطن کے اتحاد پر نفسیاتی طور پر پڑتا ہے تو اختلاف کا اثر بھی اسی قانون کا پابند کیوں نہ ہوگا۔ صفوف کی ظاہری ناہمواری کو مٹانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا اصرار تھا۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ آپ نمازیوں کے مونڈھوں کو جا کر چھوتے اور جو باہر نکلا نظر آتا اسے برابر کرنے کا حکم دیتے صحابہ کا بیان ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح مناكبنا في الصلوة

نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مونڈھوں کو چھوتے (یعنی برابر ہے یا نہیں اس کا پتہ چلانے)

اور اسی کے بعد آپ استووا (برابر ہو جاؤ) کا حکم دیتے۔ اور جب ایک معمولی صفوں کے اختلاف سے پیغمبر کو نظر آیا کہ دلوں میں اختلاف پڑ جائے گا، پھر خود ہی غور کرنا چاہیئے کہ بلا وجہ اگر مسلمان مذہبی زندگی کے عام شعبوں میں گوناگونی پیدا کریں گے۔ تو اس کا اثر ان کے نفسیات پر کیا پڑے گا خصوصاً عوام کا جو حال اس باب میں ہوتا ہے اس کے دوررس نتائج کا تو اس وقت صحیح اندازہ بھی مشکل ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ سب کا حق پر ہونا، یہی اس بات کو شرعاً و عقلاً و مصلحۃً ضروری بنا دیتا ہے کہ بلا وجہ ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی پیروی نہ کی جائے۔ آخر سب کے صواب و حق پر ہونے کا نتیجہ یہی تو ہو سکتا ہے کہ یہ بھی جائز وہ بھی جائز، پھر دو جائزوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو جو آپ اختیار کرتے ہیں تو یقیناً ایک ایسا کام آپ کر رہے ہیں جس کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں۔

لیکن بجائے اس کے آپ ایک ہی پہلو کو اگر اختیار کئے رہیں خصوصاً جس کے پابند اس ملک کے عام لوگ ہوں تو یہ فعل آپ کا بلا وجہ نہ ہوگا، بلکہ اس اختلاف سے مسلمانوں کے اجتماع کو آپ بچا رہے ہیں جس سے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہمارے اور آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ عوام سے اختلاف خواہ کسی معمولی ہی بات میں کیوں نہ ہو باعثِ فساد ہوا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ن المسلمین جسے قرآن نے حرام کیا ہے کسی جائز فعل کے لئے اس کا ارتکاب آخر کیسے جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ طیبہ تو یہ ہے کہ جائز ہی نہیں بلکہ جائز سے بھی جو چیز اہمیت میں بڑھی ہوئی تھی، آپ نے اس کو اس لئے ترک فرما دیا کہ جس خطرہ کا اندیشہ اس سے تھا وہ اہمیت رکھتا تھا، بنارِ کعبہ کے متعلق آپ کا فرمانا

ولاحدثان قومك بالكفر لفعلت (صحاح) — اگر تمہاری قوم (اے عائشہ) کفر کو حال ہی میں چھوڑے نہ ہوتی تو میں ایسا کرتا یعنی ابراہیم علیہ السلام کی نیو پر اسے تعمیر کرا دیتا۔

منافقین کے قتل کے مشورہ پر آپ کا فرمانا کہ

لا يتحدث الناس ان محمدا يقتل اصحابه (مسلم) — لوگ اس کا چرچا کرنے لگیں کہ محمد اپنے صحابیوں کو قتل کرتے ہیں۔

ہ کو بھی بہت سی جائز باتوں کے متعلق حکم دینا کہ عوام کے سامنے ان کا اظہار نہ کیا کرو، فرماتے کہ

اتریدون ان یکذب اللہ ورسولہ (بخاری) — کیا عوام کے سامنے ان باتوں کا ذکر کرکے چاہتے ہو کہ اللہ اور رسول کو جھٹلایا جائے۔

یسی بیسیوں باتیں ہیں جن سے مصالح عامہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی جائز بھی ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے چہ جائیکہ فساد بین المسلمین جسے قرآن نے حرام کیا ہے اس کے ب کا اندیشہ پیدا ہوتا ہو۔

شہور بات ہے بخاری وغیرہ سب کتابوں میں ہے کہ خانہ کعبہ کو جاہلیت کے زمانہ میں قریش نے حلال پیسوں کی وجہ سے ان حدود جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی، ایک سمت حطیم کی طرف کچھ ہٹ کر رت بنائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد چاہتے تو ابراہیمی حدود پر پھر کعبہ کو بنوا دیتے، لیکن صلحت کے پیش نظر کہ قریش کا اسلام ہے ابھی نیا اسلام ہے جس حال پر کعبہ بنا ہوا تھا چھوڑ دیا گیا۔ ظاہر ہے لام کے چار ارکان میں سے دو مستقل ارکان نماز اور حج کا براہ راست کعبہ سے تعلق ہے، لیکن باوجود اس صلحت کی رعایت فرمائی گئی۔ ۱۲-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے عمر بن عبد العزیزؒ امام مالکؒ وغیرہم اکابر اسلام کے ان اقوال کو تو شوق ۔۔۔
کہ اختلافات کی تمام صورتوں کو وہ جائز قرار دیتے ہیں جس پر بھی کوئی عمل کر رہا ہے وہی اس کے
کافی ہے، لیکن آپ نے ان ہی بزرگوں کے اقوال کے اس حصہ پر غور نہیں کیا کہ تمام مسلمانوں کی
ہی رائے پر جمع کیوں نہیں کر دیتے جب ان سے اس کی خواہش کی گئی تو انکار کرتے ہوئے تمام
محروسہ کے ولاۃ وحکام کے نام آپ نے فرمان جاری فرمایا۔

یقضی کل قوم بما	ہر ملک والے اسی پر عمل درآمد کریں جس پر ان کے فقہار
اجتمع علیہ فقہاءہم	نے اتفاق کیا ہو۔

اور خلیفہ عباسی کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا۔

دع الناس وما اختار اھل	چھوڑ دو بچے ہر شہر کے لوگوں کو جو کچھ انھوں نے
کل بلد منھم لانفسھم	اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔

خود سوچئے کہ ان اقوال کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس علاقہ کے ۔۔۔
دین کے غیر بیناتی حصہ میں جس مسلک کے پابند ہیں، ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے، اور یہی ۔۔۔
چاہتا ہوں، اور میں کیا کہتا ہوں، ابتدا سے مسلمانوں کا ہر ملک میں نسلاً بعد نسلٍ، طبقۃً بعد طبقۃٍ ۔۔۔
چلا آ رہا ہے کہ جس علاقہ کے مسلمان جس چیز کے پابند ہیں بس اسی کے پابند رہتے ہوئے چلے ۔۔۔
ہیں، جیسا کہ بہ تفصیل آئندہ معلوم ہوگا کہ اسلام کے ساتھ قدرت کی یہ غیبی امداد ہوئی کہ دین ۔۔۔
غیر بیناتی حصہ کے متعلق اگرچہ ابتدا میں بیسیوں آراء اور مسالک پیدا ہو گئے تھے، اور ہر ایک کی ۔۔۔
کسی نہ کسی مجتہد اور امام ہی کی طرف تھا لیکن بتدریج ان کی تعداد کم ہوتے ہوئے اس نوبت ۔۔۔
آ پہنچی کہ آج مسلمانوں کی اکثریت غالبہ (یعنی اہل سنت میں) لے دے کر صرف چار مسلکوں کا ۔۔۔
باقی رہ گیا ہے، اور ان میں بھی اگر سچ پوچھئے تو حنابلہ کی تعداد اتنی اقلیت میں ہے کہ شاید ۔۔۔
زیادہ صحیح ہوگا کہ اب اسلامی دنیا زیادہ تر صرف حنفیہ و مالکیہ اور شافعیہ پر مشتمل ہے اور ان میں ۔۔۔
عددی نسبت ہے اس کا اندازہ آپ کو اس تازہ رپورٹ سے ہو سکتا ہے جسے امیر شکیب ارسلان ۔۔۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ب حسن المساعی کے حاشیہ پر درج کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

واتباع مذهب ابی حنیفة اکثر المسلمین	مسلمانوں کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی پیروی
فالترک باجمعهم ومسلموا بلاد	یعنی سارے ترک اور بلقان کے مسلمان اور
البلقان ومسلموا الروسیة ومسلموا افغانستان	روس کے مسلمان افغانستان کے مسلمان
والهند والصین واکثر مسلمی العرب فی	ہندوستان کے چین کے عرب کے اکثر مسلمان
الشام والعراق فی الفقه علی مذهب الحنفی	جو شام و عراق میں رہتے ہیں، فقہ میں حنفی
واکثر اهل سوریة والحجاز والیمن والحبشة	مسلک رکھتے ہیں اور سوریہ (شام) حجاز یمن
وجمیع بلاد الجاوی واکثر الامة	حبشہ اور جاوہ کے سارے علاقے کردستان
الکردیة یقلدون الامام الشافعی والمغاربة	والے امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور مغرب کے
واهل غربی افریقیة واواسط افریقیة و	مسلمان اور مغربی و وسط افریقہ کے مسلمان اور
بعض اهل مصر یقلدون امام دار الهجرة	مصر میں کچھ لوگ دار الہجرت کے امام امام مالکؒ
مالک بن انس واهل نجد وبعض	کے مقلد ہیں، نجد والے اور بعض شام کے
اهل سوریة کاهل نابلس ودومه	باشندے جیسے نابلس و دومہ والے امام احمد
یقلدون احمد بن حنبل (ص ۶۹)	بن حنبل کے مقلد ہیں۔

اسی کے ساتھ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ عموماً مختلف فقہی مسالک رکھنے والے مسلمان ک میں ملے جلے نہیں پائے جاتے بلکہ بعض قدرتی اسباب و حالات ایسے پیدا ہوئے کہ عموماً جہاں اں احناف ہیں وہاں موالک نہیں ہیں و بالعکس[1]، اور یہی حال دوسرے ائمہ کے متبعین و مقلدین کا ے، جس کی وجہ سے بحمد اللہ ان تیرہ صدیوں میں جہاں تک ممکن تھا مسلمانوں کی عملی وحدت بھی ہر ملک عموماً ہمیشہ محفوظ رہی ہے، جس کا مآل یہی ہوا کہ باوجود اختلاف کے عام حالات میں ان کی دینی حدت کسی زمانہ میں بھی مجروح نہیں ہوئی، غیر اقوام جو ان کے ساتھ مختلف ممالک میں آباد تھے

[1] یعنی جہاں مالکیہ ہیں وہاں حنفیہ نہیں مثلاً مراکش و الجیریا وغیرہ میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی نگاہوں میں کبھی اس لئے سبک نہیں ہوئے کہ کوئی مسلمان کسی طرح نماز پڑھتا ہے کوئی
گویا عبادت تک میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، دوسری قوموں کے لئے مسلمانوں کی
ہم آہنگی ہمیشہ محل حیرت و استعجاب رہی، کیونکہ ایک ملک بلکہ ایک صوبہ بلکہ شاید کسی ایک
بھی اسلام کے سوا کسی دین کے ماننے والوں میں کوئی ایسا طبقہ مشکل ہی سے پایا جاتا ہے۔ جس
فروعی ہی نہیں بلکہ اصولی اختلافات نہ ہوں خصوصاً یہود و نصاریٰ جس کی طرف قرآنی آیات
حدیثوں میں بھی اشارے کئے گئے ہیں کہ ستر ستر بہتر بہتر فرقوں میں یہ منقسم ہیں اور بعض مذ
کے پیرووں کا حال تو یہ ہے کہ معبود تک پر ان کا اتفاق نہیں ہے یعنی کوئی کسی دیوتا کا پجاری
اور کوئی کسی دیوی کا۔

بہر حال ہر ملک کے مسلمانوں کی یہ عملی وحدت، ایک رنگی کی نعمت بڑی نعمت تھی، اور کہ
ہوں کہ ابھی تک یہ رنگ زیادہ خراب نہیں ہوا ہے، لیکن جو لاپروائیاں چند سطحی تاثرات کے زیر ا
اس کے متعلق برتی جا رہی ہیں، کون جانتا ہے کہ ان کے نتائج آگے کیا ہوں گے۔ امام الس
امام اوزاعیؒ سے منقول ہے۔

من اخذ بنوادر العلماء — علما کے نادر اور شاذ اقوال کو جو اختیار کرتا ہے وہ

فقد خرج من الاسلام — گویا (اسلام) سے خارج ہو گیا۔

میں تو اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جماعت سے ایسا آدمی نکل جاتا
اور اپنی جماعت سے نکلنے کے بعد اگر اپنے دین سے بھی نکل جائے تو کیا تعجب ہے، ان لوگوں کے
جو اسی قسم کی انوکھی نادر و شاذ باتوں کو تلاش کر کر کے احیاء سنت وغیرہ ناموں سے مسلما
میں پیش کر کے اختلاف کی آگ بھڑکا رہے ہیں، امام اوزاعیؒ کا یہ قول ان سے فکر و نظر کا مطالبہ کر
ع ان کان فی القلب ایمان واسلام۔

پس صحیح طریقۂ عمل یہی ہے کہ علم و اعتقاد کی حد تک تو غیر بنیادی اختلافات کے متعلق ع
یہی خیال رکھنا چاہئے کہ ان کے ماننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں میں کوئی غلطی پر نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن علماً مسلمانوں کو چاہئے کہ جس مسلک کا اس ملک میں رواج ہو، جن لوگوں کی ان مسائل کے متعلق اکثریت ہو اسی کی اتباع کریں تاکہ حدیث اپنے پیغمبر کے فرمان۔

اتبعوا السواد الاعظم	بڑی اکثریت کی پیروی کرو، جس نے عام مسلمانوں
من شذ شذ فی النار۔	سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا۔

کی تعمیل سے بھی سرفراز ہوں اور جس "شذوذ"[1] کی اس میں دھمکی دی گئی ہے اس سے بھی مامون ہو جائیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے، جیسا کہ بعضوں کے اصرار سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃً بھی آدمی اپنے ملک کے عام مسلک سے کسی وقت کسی زمانہ میں تجاوز نہیں کر سکتا، کم از کم احناف کا مسلک تو کتابوں میں جو نقل کیا جاتا ہے سو یہ ہے۔

لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ	اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول کے
ینبغی ان لا بأس بہ	مطابق (کوئی حنفی عالم) فتویٰ دے تو اس
(فتح المعین شامی وغیرہ) کتاب المفقود	میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ "مالک" کے لفظ کا یہاں بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ مقصود یہی ہے کہ جن چار مجتہدوں کی فقہ دنیا میں باقی رہ گئی ہے، یعنی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کی صفت یہ بیان کی ہے۔

ان یکون اقوالھم التی یعتمد	یعنی ان ائمہ کے جن اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے
علیھا مرویۃ بالاسناد الصحیح	وہ صحیح سندوں سے مروی ہوں اور عام مشہور متداول
ومدونۃ فی کتب مشھورۃ وان	کتابوں میں ان کے یہ اقوال مدون ہوں نیز ان کی
یکون مخدومۃ بان بین الراجح	خدمت بھی کی گئی ہو، یعنی مختلف پہلوؤں میں جو
من محتملاتھا وتخصص عمومھا	راجح ترین پہلو ہو اس کو ترجیح دی گئی ہو، نیز بعض
فی بعض المواضع ویقید	مقامات میں عام الفاظ کے ساتھ جہاں ضرورت ہو
مطلقھا فی بعض المواضع	خصوصیت کا اضافہ کیا گیا ہو، اور بعض کو مقید کیا

[1] یعنی مسلمانوں کی عام جماعت کے دائرہ سے نکلنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ ایسا آدمی جہنم میں جا پڑیگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والجمع المختلف فیھا — گیا ہو، مختلف اقوال میں تطبیق دی گئی ہو، جو احکام ان کے
وبین علل احکامھا — ثابت ہوں ان کے اسباب و علل بیان کئے گئے ہوں۔

شاہ صاحبؒ نے ان صفات کو بیان کر کے لکھا ہے۔

ولیس مذھب فی الازمنۃ — اور پچھلے زمانہ میں مذکورہ بالا صفات کے ساتھ
المتاخرۃ بھذہ الصفۃ الاھذہ — کوئی مذہب بجز ائمہ اربعہ کے مذہب کے نہیں
المذاھب الاربعۃ (عقد الجید ص ۲۲) — پایا جاتا۔

گفتگو اگرچہ تدوینِ فقہ میں ہو رہی تھی، لیکن اسلامی فقہ کو ان ہی اختلافات کے قصوں کو سنا سنا کر آج جتنا بے وزن کر دیا گیا ہے، ان ہی قصوں نے مجبور کیا کہ اختلاف کا جو واقعی قصہ ہے کچھ کہنے سے پہلے اس قصہ ہی کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ بیان تو ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے لیکن اپنی اس کتاب میں بطور تمہید کے جس قدر کہنا مقصود تھا وہ بحمد اللہ کہا جا چکا اب اپنے اصل مضمون کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آگیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ انشاء اللہ "مجلہ تحقیقاتِ علمیہ" کی آئندہ اشاعت میں آئندہ ابواب بتدریج شائع ہوتے رہیں گے۔

یکم ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۴ خورداد ۱۳۵۲ ف م، اپریل ۱۹۴۳ء چہار شنبہ

جوار الجامعۃ العثمانیہ

۳ بجے شب

حیدر آباد دکن

صلائے عام :- ہر مسلمان کو اس کی اجازت ہے کہ جی چاہے تو حسبۃ للہ اس مضمون کو چھاپ کر بھی تقسیم کر سکتے ہیں اور جس زبان میں چاہیں ترجمہ کر کے بانٹ سکتے ہیں۔

مناظر احسن گیلانی

© rasailojaraid.com